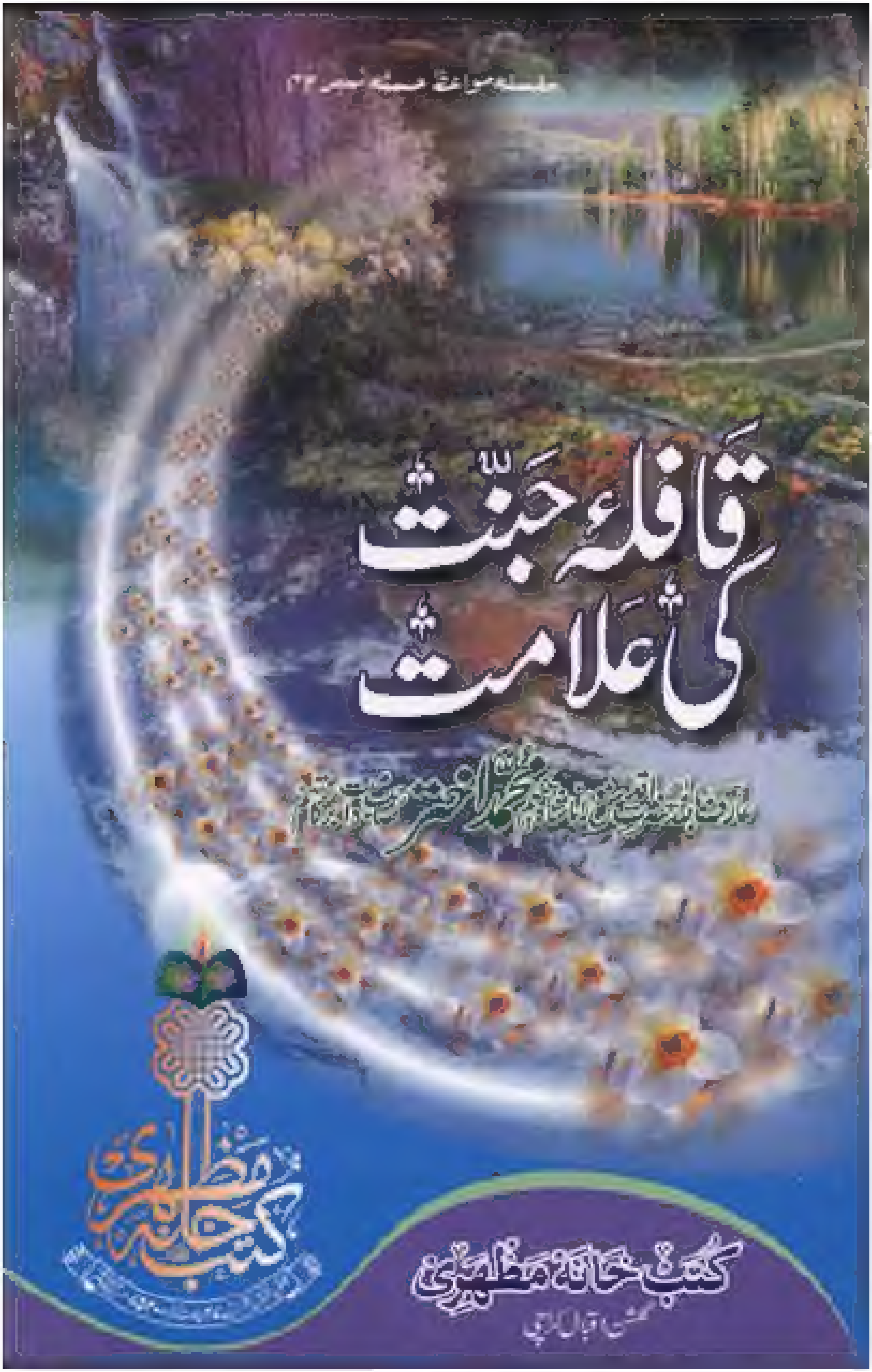
قافلۂ جنت
کی علامت
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال کراچی

سلسلہ

مواعظ حسنہ نمبر ۴۲

قافلۂ جنت کی علامت

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کُتب خانہ مظہری
گلشن اقبال نمبر ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۹۸۲۱۲ ، ۴۹۹۲۱۷۶

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیف مرشدنا و مولانا

محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست

عنوان	صفحہ
ضروری تفصیل	۴
اللہ کے خوف کی علامت اور مقدار	۶
خانقاہ = علم کی روشنی + عشق کا راستہ	۷
علم عظیم	۸
تقویٰ کا امتحان	۱۱
منازلِ اولیاء کے نشان	۱۳
اہلِ تقویٰ کا حساس قلب اور تقویٰ کا انعامِ عظیم	۱۴
بابِ تقویٰ کی حفاظت میں اہل اللہ کا نورِ بصیرت	۱۵
ولایت صدیقیت تک پہنچنے کا پہلا اور آخری موقع	۱۷
قلبِ شکستہ کی لذت بے مثل	۱۸
قافلۂ جنت اور اس کی علامت	۲۲
خوف اور خشیت کا فرق	۲۶
گناہوں سے بچنے کا آسان راستہ	۲۹

﴿ ضروری تفصیل ﴾

نام وعظ : قافلۂ جنت کی علامت

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مرشدنا ومولانا شاہ محمد اختر صاحب

دام ظلالہم علینا الیٰ مأة وعشرین سنة

تاریخ: ۷ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۳ مارچ ۲۰۰۰ء بروز دوشنبہ

وقت : بعد نماز مغرب

مقام: مسجد اشرف واقع خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی

موضوع: اہل جنت کی خاص علامت وخصوصیات قرآن پاک کی روشنی میں

مرتب : یکے از خدام حضرت والا دامت ظلہم العالی

کمپوزنگ : سید عظیم الحق اے-۲۲/۲، مسلم لیگ سوسائٹی ناظم آباد نمبر ۱ [illegible]

اشاعت اوّل : ذوقعدہ ۱۴۲۲ھ مطابق جنوری ۲۰۰۲ء

تعداد : ۳۰۰۰

ناشر : کُتب خانہ مظہری

گلشن اقبال-۲ کراچی پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲ کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قافلۂ جنت کی علامت

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی ۙ

فَاِنَّ الۡجَنَّۃَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی ؕ

آج ایک بہت اہم مضمون بیان کرنا ہے جو ابھی دل میں آیا ہے اور وہ یہ کہ جنت میں جانے کا راستہ کیا ہے؟ جنت کس کا ٹھکانہ ہے؟ منزلِ جنت کے باشندے، جنت میں رہنے والے کون لوگ ہیں؟ یعنی جنت جن کے لیے مقدر ہے وہ کون لوگ ہیں؟ قافلۂ جنت کی علامت کیا ہے؟ کیسے معلوم ہو کہ یہ آدمی جنتی ہے اور قافلۂ جنت والا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ اس کی علامت بیان فرما رہے ہیں کہ وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی جو اپنے رب کے سامنے حساب کے لیے کھڑے ہونے سے ڈرے کہ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے تو کیا جواب دوں گا اور نفس کو اللہ کی نافرمانی کے تمام تقاضوں سے روکے یعنی اپنا دل توڑ دے، اللہ پاک کے قانون کو نہ توڑے لہٰذا جب آپ کے دل میں کوئی خواہش پیدا ہو تو اپنے دل ہی سے پوچھو۔ میں آپ ہی کو مفتی بنا رہا ہوں کہ اپنے دل سے پوچھو کہ اگر یہ

خواہش ہم پوری کرلیں تو ہمارا دل تو خوش ہوجائے گا لیکن اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوگا یا نہیں؟ جب آپ کا دل کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ تو ناخوش ہوجائے گا تو آپ دل کو توڑ دیں اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہ توڑیں۔ جو عظمتِ الٰہیہ کا احترام کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے دنیا میں اور آخرت میں معظم، معزز اور مکرم کرتے ہیں اور جو اپنے دل کی حرام خوشیوں کو نہیں توڑتا اور اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑ کر اپنا دل خوش کرتا ہے اللہ بھی ایسے لوگوں کو توڑ دیتا ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اللہ کے خوف کی علامت اور مقدار

تو جنت کے قافلے کی علامت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جو اپنے رب کو حساب دینے سے خوف کرے کہ میں اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا، اللہ کو کیا حساب دوں گا اوراللہ کے خوف کی علامت کیا ہے؟ وَنَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی ؕ اپنے نفس کو بری خواہشات سے روکتا ہو۔بس اتنا خوف ہو کہ گناہ سے رُک جائے اپنے نفس کی ان خوشیوں کو جو مرضیِ الٰہی کے خلاف ہوں توڑ دینے کی توفیق ہوجائے۔ اس سے زیادہ خوف مطلوب نہیں ہے کہ ہر وقت خوفِ الٰہی سے کانپتا رہے اور بیوی بچوں کا حق ادا نہ کرسکے اور دکان پر بھی نہ جاسکے اور چارپائی پر لیٹا ہوا کانپ رہا ہے کہ خوفِ الٰہی سے تڑپ رہا ہوں۔ اتنا خوف فرض تو درکنار جائز ہی نہیں ہے اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَاتَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْکَ ﴾

جو لوگ عربی قواعد سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہاں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ مِنْ خَشْیَتِکَ یعنی اے اللہ میں آپ کے خوف میں سے کچھ حصہ مانگتا ہوں، اتنا خوف مانگتا ہوں جو میرے اور آپ کے معاصی کے درمیان حائل ہوجائے، اس سے زیادہ اگر خوف مل جائے گا تو میں چارپائی پر ہی لیٹ جاؤں گا اسی لیے مِنْ خَشْیَتِکَ فرمایا۔ خشیت کے معنی بھی خوف کے ہیں لیکن خشیت اور خوف میں کیا فرق ہے؟ قرآن پاک میں کہیں خوف آیا ہے کہیں خشیت آیا ہے جبکہ خشیت کے معنی بھی ڈرنے کے ہیں اور خوف کے معنی بھی ڈرنے کے ہیں تو خوف اور خشیت میں کوئی فرق تو ہونا چاہیے۔ بتاؤ کتنا علمی سوال ہے؟

"خانقاہ"

علم کی روشنی + عشق کا راستہ

یہ اس لیے بتاتا ہوں تاکہ یہ نہ معلوم ہو کہ خانقاہ میں علم نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ خانقاہوں میں علم نہیں ہوتا خالی پیری مریدی ہوتی ہے۔ بس چند وظائف اور حق ھو کرنے کا نام خانقاہ ہے۔ الحمد للہ یہ ہمارے بزرگوں کا فیض ہے کہ یہاں خالی پیری مریدی نہیں ہے، علم کی روشنی میں اللہ کا راستہ طے کیا جاتا

ہے اور علم کی روشنی میں اللہ سے محبت کرنے کا نام ہی خانقاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، اللہ تعالیٰ کا احسان و کرم ہے کہ بڑے بڑے علماء اس فقیر کے علم کو نوٹ کرتے ہیں۔

علم عظیم

جنوبی افریقہ سے بخاری شریف پڑھانے والے ایک محدث یہاں آئے تھے، میرے خلیفہ بھی ہیں اور جنوبی افریقہ کے صوبہ ڈربن میں شیخ الحدیث ہیں، بہت بڑے عالم ہیں ان سے میں نے گذارش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ دُعا مانگی کہ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ تو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وَفِّقْنَا کے بجائے یہاں وَارْزُقْنَا کیوں مانگا یعنی یہ نہیں مانگا کہ اے اللہ ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما بلکہ اس عنوان سے مانگا کہ اے اللہ ہمیں حق کو حق دکھا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ اور حق بات کی اتباع کو ہمارا رزق، ہماری روزی بنادے اور باطل کو باطل دکھا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ اور باطل سے اجتناب، دوری اور احتیاط کو بھی ہمارا رزق بنادے تو یہاں توفیق کیوں نہیں مانگی، رزق کیوں مانگا اس میں کیا راز ہے؟ میں نے گذارش کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس حدیث کو دوسری

حدیث سے سمجھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَهَا کوئی نفس یعنی کوئی جاندار ہرگز نہیں مرے گا جب تک اپنا رزق مکمل استعمال نہیں کرلے گا یعنی جسے آپ کہتے ہیں کہ (Complete) نہیں کرلے گا۔ جب تک اپنا رزق مکمل نہیں کھالے گا، جب رزق کا ایک دانہ بھی باقی نہیں رہے گا تب اسے موت آئے گی۔ اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وَارْزُقْنَا اس لیے فرمایا کہ جس طرح پیٹ کی دنیوی روزی مکمل کیے بغیر کوئی نہیں مرے گا تو ہمیں نیک عمل کا مکمل رزق دے دے اور برائی سے بچنے کا رزق بھی مکمل دے دے تاکہ میرا امتی نہ مرے جب تک اے اللہ وہ آپ کا پورا پورا تابعدار اور پورا پورا فرماں بردار نہ ہوجائے، جب تک وہ اپنا رزق اتباعِ حق اور اپنا رزق اجتناب عن الباطل کا مکمل نہ کرلے یعنی جب تک اپنی روزی نیک عمل کی پوری نہ کرلے اور جب تک گناہوں سے پرہیز کا وہ پورا مرزوق نہ ہوجائے، نافرمانی سے پورا پورا بچنا اس کا نصیب اور مقدر نہ ہوجائے میرے کسی امتی کو اس وقت تک موت ہی نہ آئے۔

یہ سن کر بخاری شریف پڑھانے والے ان شیخ الحدیث نے کہا کہ زندگی پڑھاتے ہوئے گزر گئی لیکن کبھی یہ نکتہ ذہن میں نہیں آیا، نہ آج تک کسی کتاب میں یہ مضمون پڑھا، نہ اپنے اساتذہ سے سنا۔ میں نے کہا ابھی میں نے بھی نہیں سنا، نہ میں نے دیکھا لیکن میں کیا کہوں

میرے بیٹے کو دوستو سن لو

آسمانوں سے بھی اترتی ہے

اللہ تعالیٰ کی مہربانی اس کا کرم ہے بزرگوں کی دعائیں لگ گئیں۔

ایک شاعر مجھے ملا اس نے ایک شعر سنایا۔

چاند تارے مرے قدموں میں بچھے جاتے ہیں

یہ بزرگوں کی دعاؤں کا اثر لگتا ہے

یہ میرا اکثر سال کا تجربہ ہے کہ کسی اللہ والے کی خدمت کرو، اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ یہ میرے پیاروں کی خدمت کرتا ہے امید ہے ان شاء اللہ کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے وہ محروم نہیں رہے گا اور ہماری بے کیف محنتوں اور روکھی عبادتوں سے اللہ کا ایک ذرۂ کرم افضل ہے مولانا رومی فرماتے ہیں۔

ذرۂ سایہ عنایت بہتر است

از ہزاراں کوشش طاعت پرست

معمولی مضمون نہیں ہے یہ مولانا رومی ہیں کہ اللہ کی عنایت و رحمت کا ایک ذرہ سایہ مل جائے تو ہزاروں ہزار سال محنت سے وہ بہتر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس حدیث پاک میں رزق کی یہ شرح کتب سے کی ہے ساری کتابوں میں دیکھیں۔ امید ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کا یہ کرم ختم پر خاص پائیں گے ذلک بما خصنی اللہ تعالیٰ بکرمہ یہ وہ علوم ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اختر کو امید ہے کہ شاید خاص کیا لیکن میں شاید

کہتا ہوں تواضع اور دعویٰ توڑنے کے لیے اور یہ شاید کہنا بھی میں نے اپنے بڑوں سے سیکھا ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کو یہ شعر سنایا کہ

شکر ہے دردِ دل مستقل ہوگیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہوگیا

اور حضرت نے فرمایا کہ یہ شاید میں نے تواضع کے لیے کہا ہے تاکہ بڑائی ثابت نہ ہو۔ ہمارے بزرگ ہمیشہ اس کا خیال رکھتے ہیں کہ ہماری زبان سے اپنی بڑائی ثابت نہ ہو۔

تقویٰ کا امتحان

یہ مستقل دردِ دل خانقاہوں سے لیا جاتا ہے۔ نفلی حج و عمرہ تو سب ہی کر لیتے ہیں، مسجد کے کونے میں تو بہت لوگ تلاوت کر لیتے ہیں اور رو لیتے ہیں لیکن کمال یہ ہے کہ جب بندر روڈ اور الفنسٹن اسٹریٹ سے گذرو جہاں بے پردہ عورتیں ہوں وہاں تقویٰ سے رہو۔ جو تقی چھوٹوں کے باوجود پرہیزگار رہے، سامنے چوٹ ہو لیکن نظر پھیر لے تب سمجھو کہ واقعی یہ صوفی ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بادشاہ ایک بلی کی کھوپڑی پر چراغ جلا کر اس چراغ کی روشنی میں رات میں سلطنت لکھتا تھا۔ بلی کو ایسی تربیت اور ٹریننگ دی تھی کہ وہ سر نہیں ہلاتی تھی کہ چراغ گر جائے گا۔ بادشاہ کو ایک دن احساس ہوا کہ میں بہت ہی زبردست مربی ہوں

بچے وزیر کو بلایا اور کہا کہ اے وزیر دیکھ میرا کمال! میں نے اس بلی کو کیسی تربیت دی ہے۔ مجال نہیں کہ یہ سر ہلا دے اور چراغ گرا دے۔ وزیر نے کہا کہ حضور میں آپ کی تربیت یافتہ بلی کا امتحان اور ایگزام **(Exam)** لوں گا یعنی کیٹ **(Cat)** کا امتحان بذریعہ ریٹ **(Rat)** لوں گا۔ تب پتہ چلے گا کہ آپ کی تربیت کا کیا ریٹ **(Rate)** ہے۔

دوسرے دن وزیر آیا اور اپنے جھولے میں ایک چوہا لے آیا۔
جب بادشاہ نے بلی کے سر پر چراغ جلا دیا اور فرمان سلطنت لکھنے لگا تب وزیر نے تھیلے سے چوہے کا سر نکال کر بلی کو دور سے دکھایا۔ بلی نے جو چوہا دیکھا تو مارے خوشی کے اس کی مونچھیں کھڑی ہو گئیں کہ آج تو بہترین شکار ہے اور تھوڑی دیر بعد غر، غر، غر، غر شروع کر دیا۔ وزیر نے جب دیکھا کہ بلی مست ہو رہی ہے اور کیٹ کا ریٹ کے ساتھ ٹارگٹ نوے ڈگری کا بن گیا ہے تو اس نے چوہے کو چھوڑ دیا۔ جیسے ہی چوہے کو چھوڑا تو بلی نے حملہ کر دیا اور سارا تقویٰ ٹوٹ گیا، ساری نسبت و دعویٰ تہذیب و تربیت و ٹریننگ سب پاش پاش ہو گئے، چراغ کا ٹھیکرا کہیں گرا، تیل کہیں گرا، بتی کہیں گری تو بادشاہ بھی اپنی حماقت اور تربیت کے دعوے پر ہنسا اور وزیر سے کہا دیکھی آپ نے کیٹ کی تربیت کا حال! کیٹ کا امتحان ریٹ سے ہو جاتا ہے۔ جب کسی صوفی کے سامنے بازاروں میں بے پردہ عورتیں آ گئیں یا جہاز پر بیٹھے اور ایئر ہوسٹس سامنے آ گئی تب امتحان ہے۔ اب پتہ چلے گا کہ اس کا

تعلق اللہ سے زیادہ ہے یا اپنے نفس سے زیادہ ہے، یہ نفس کی خواہش کا غلام ہے یا اللہ تعالیٰ کا شریف بندہ ہے۔

﴿ لَاشُجَاعَةَ یَا فَتٰی قَبْلَ الْحُرُوْبِ ﴾

مولانا رومی فرماتے ہیں اے جوان تیری ڈینگ اور لاف زنی کی کوئی حقیقت نہیں۔ قبل جنگ کے ہم تیری شجاعت و بہادری کو تسلیم نہیں کریں گے۔ جنگ میں بہادری دکھائے تو بہادر ہے۔ نفس و شیطان کی جنگ میں جب اللہ والا اپنی محبت کا جھنڈا لہرا دے اور نظر پھیر لے اور اپنے دل کی خواہشات کو پاش پاش کر دے، دل کو توڑ دے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہ توڑے، اس کے قانون کی حرمت اور عظمت کا جھنڈا لہرا دے تب سمجھو کہ یہ بندہ صاحبِ نسبت ہے، صاحبِ ولایت ہے اللہ کا مقبول ہے، اللہ کا پیارا ہے۔ خانقاہوں میں اسی کی مشق کی ضرورت ہے۔ گناہ کے چھوڑنے میں، بری خواہشوں کے توڑنے میں اور عہد پر فدا ہونے میں جو جتنا زیادہ غم اٹھائے گا، جتنا زخمِ حسرت کھائے گا اتنا ہی بڑا ولی اللہ ہوگا۔ اگر کسی نے دس کلو غم اٹھایا تو نور بھی دس کلو پیدا ہوگا۔

منازلِ اولیاء کے نشان

اسی غم سے اولیاء اللہ کے مراتب کا پتہ چلتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اولیاء اللہ کے مراتب اور ان کے درجات کا کیسے پتہ چلتا ہے تو کہہ دو کہ اسی غم سے پتہ چلے گا کہ اس کے وہ مراغب طبعیہ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہیں وہ اپنے اُن مراغب طبعیہ کو احکامِ شرعیہ کے تابع کرتا ہے

یا کبھی بھی جب کسی صوفی کے دل کے مرغوبات اور طبعی پسندیدہ چیزیں سامنے ہوں لیکن اللہ ان مرغوبات سے راضی نہ ہو اس وقت یہ اپنی پسند اور مرغوبات پر اللہ کی مرضی کو غالب کرتا ہے یا نہیں۔ اگر دیکھو کہ اس نے اپنے مرغوبِ طبعیہ کو احکامِ شرعیہ کے تابع کر دیا تو سمجھ لو کہ یہ صاحبِ نسبت ہے، ولی اللہ ہے، اللہ کا مقبول ہو چکا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا پیارا اور مقبول ہونے کی علامت یہی ہے کہ وہ غیر مقبول کام نہیں کرتا۔

اہلِ تقویٰ کا حساس قلب اور تقویٰ کا انعامِ عظیم

اگر کبھی احتیاط کرنے میں قصور ہو گیا، کچھ خطا ہو گئی چند اعشاریہ بھی نفس نے مزہ لوٹ لیا تو ان کے دل کا تھرمامیٹر ایسا حساس ہوتا ہے جیسے صراف کا ترازو کہ جب وہ سونا اور جواہرات تولتا ہے تو سانس بھی روک لیتا ہے ورنہ سانس سے بھی ترازو ہل جاتا ہے ایسے ہی اہل اللہ جو اللہ پر فدا رہتے ہیں ان کے قلب کے میزانیہ اور قلب کی ترازو کی نزاکتیں اتنی حساس کر دی جاتی ہیں کہ اگر ان کا نفس ایک اعشاریہ بھی حرام مزہ چرا لے تو ان کا دل خوف سے ہل جاتا ہے اور پھر اشکِ ندامت و گریہ و زاری پر عالمِ غیب کے کرم سے عالمِ غیب کے بوسے ان کو ملتے ہیں۔ میرا شعر ہے ؎

از لبِ نادیدہ صد بوسہ رسید
من چہ گویم روح چہ لذت کشید

اللہ تعالیٰ کے سب نظر نہیں آتے کیونکہ وہ لباس سے پاک ہیں لیکن ان کی راہ میں گناہوں سے بچنے کا غم اٹھانے سے دل ان کے پیار کے بوسے، ان کے قرب کی حلاوت محسوس کرتا ہے۔ اللہ ارحم الراحمین ہے۔ وہ اپنے بندوں کے مجاہدے کو اور اپنے بندوں کے غم کو رائیگاں نہیں کرتا۔

ان حسینوں سے دل بچانے میں
ہم نے غم بھی بڑے اٹھائے ہیں

جب حسین شکلیں سامنے آئیں، جب گناہ کا موقع آئے تب پتہ چلتا ہے کہ یہ کس قدر اللہ کا عاشق ہے، تب پتہ چلتا ہے کہ یہ اللہ کے رستے کا مرد ہے یا مخنث ہے۔ جو مردانِ خدا ہیں وہی گناہ سے بچتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے قلب کو حساس کر دیتے ہیں کیونکہ اللہ لطیف ہے، لطیف نام ہے ان کا، تو اپنے عاشقوں کے مزاج میں بھی وہ لطافت پیدا کر دیتے ہیں اور کثافت سے پاک کر دیتے ہیں۔ گناہوں میں کثافت ہے، اللہ کی عبادت میں لطافت ہے تو جب شیطان دشمن ان کو عبادت سے منحرف کر کے کثافت کا ایک ذرہ داخل کرنا چاہتے ہیں تو ان کے قلب کی ترازو میں رعشہ اور لرزہ پیدا ہوتا ہے اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ ہمارا دشمن کوئی گندی قسم کی لذتِ حرام قلب میں امپورٹ کر رہا ہے تو فوراً اپنے قلب کی نگرانی کرتے ہیں

باب تقویٰ کی حفاظت میں اہل اللہ کا نورِ بصیرت

مثلاً اگر نفس ان کو کبھی دھوکہ دینے کی کوشش کرے کہ یہ لڑکا پڑھنے میں بہت اول نمبر ہے یا یہ لڑکی جو قرآن شریف یاد کر رہی ہے بہت ہی تیز ہے

اس کے لیے خاص دعا کرو اور اس پر دم کردو اس وقت اپنے عاشقوں کو اللہ تعالیٰ فوراً سمجھ اور فہم سلیم اور عقلِ سلیم دیتے ہیں کہ یہ نفس ہے جو کبھی دین کے راستہ سے دھوکہ دیتا ہے اور اس کو اپنے قلب کی استقامت کے ترازو کو قائم رکھنے کے لیے ہمت عطا فرماتا ہے۔ اس وقت وہ اس شعر پر عمل کرتے ہیں۔ میرا شعر ہے۔ سنئے

ہمارے نفسِ امارہ نے جب دامِ بتاں بدلا
تو ہم نے بابِ تقویٰ پر بھی فوراً پاسباں بدلا

بتوں کو یعنی حسینوں کو پھنسانے کے لیے نفس نے جب نیا جال نکالا تاکہ صوفی کو پتہ بھی نہ چلے کہ میں کیا کر رہا ہوں، وہ یہ سمجھے کہ میں تو خالی حسینوں پر پھونک مار رہا ہوں۔

پھونک پر یاد آیا کہ برطانیہ میں ایک میمن آیا بہت موٹا تھا۔ سب تو پھونک مانگ رہے تھے لیکن اس نے کہا مولانا ہم کو ایک پھونکا دے دو۔ زندگی میں کبھی میں نے یہ لفظ نہیں سنا تھا، مجھے بھی گدگدی لگی اور ہنسی آگئی تو میں نے پورا مزہ لینے کے لیے منبر سے اعلان کردیا کہ جس جس کو پھونکا لینا ہو، جلدی آجاؤ۔ آج یہ فقیر کسی کو بھی پھونکا سے محروم نہیں کرے گا۔ میں نے وہی لفظ استعمال کیا جس سے مجھے مزہ آیا میں حلال مزہ ایک بھی نہیں چھوڑتا مگر حرام سے بچنے کی پوری کوشش کرنے کی اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں۔ اگر کوئی اس شعر پر ایک لاکھ روپیہ انعام بھی دے تو اس شعر کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

ہمارے نفسِ امارہ نے جب دامِ پنہاں بدلا
تو ہم نے بابِ تقویٰ پر بھی فوراً پاسباں بدلا

ہمارے نفسِ امارہ نے جال بدل دیا اور نیا جال دیا پرانا شکاری تاکہ صوفی کو پتہ ہی نہ چلے کہ میں کس جال میں پھنس رہا ہوں تو ہم نے بھی تقویٰ کے گیٹ پر فوراً گیٹ مین بدل دیا کہ یہ تو چوروں ڈاکوؤں سے مل گیا ہے۔ بتائیے اگر آپ کا پاسباں، گیٹ مین اور چوکیدار ڈاکوؤں سے مل جائے تو آپ اسے بدلیں گے یا نہیں؟ تو یہ نفس بہت ظالم ہے۔ یہ اللہ کے مجرم کیے ہوئے اعمال میں پھنسانے کے لیے طرح طرح کے جال بناتا ہے۔ تو عقلمند صوفی وہ ہے جو نفس کے جالوں سے اور نفس کی چالوں سے ہوشیار رہے اور جب دیکھے کہ نفس مکاری کر کے گناہ کے نئے جال میں پھنسانا چاہتا ہے تو تقویٰ کی حفاظت میں اور مضبوط ہو جائے اور زیادہ قوی تدابیر اختیار کر کے بابِ تقویٰ کی حفاظت کرے۔

ولایتِ صدیقیت تک پہنچنے کا پہلا اور آخری موقع

بس میں دردِ دل سے کہتا ہوں کہ جو اولیائے صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچ کر مرتا ہے اور اس کی زندگی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی کامل حیات نہیں جو اللہ تعالیٰ کو خوش اور راضی کرے کہ وہ اولیائے صدیقین کی آخری سرحد کو چھوئے کیونکہ اس کے بعد ولایت کا کوئی درجہ نہیں ہے اور جو اس درجے کو نہیں چھوئے گا تو ایک دن مرے گا تو ہے مگر ناقص مرے گا، نامکمل مرے گا اور لذتِ حیات سے ناآشنا مرے گا، لذتِ حیاتِ اولیائے صدیقین

سے ناآشنا موت آئے گی اور اس کی پھر کوئی تلافی نہیں کیونکہ مرنے کے بعد دوبارہ نہیں آنا ہے۔ مرنے کے بعد دوبارہ کوئی زندہ ہوا ہے؟ یہی ایک فیلڈ یار ول میں مرحبۂ اولیٰ میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے، ایک ہی دفعہ زندگی ملتی ہے تو کیوں نہ ہم تھوڑی سی کوشش کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں جان کی بازی لگادیں۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا
جس کی جتنی قربانی
اتنی خدا کی مہربانی

ناممکن ہے کہ بندہ اللہ کے راستے میں غم اٹھائے اور بُری بُری خواہشوں کو توڑدے اور اللہ کے قانون کو نہ توڑے، احترامِ قانونِ شریعہ کی وجہ سے جو مراغبِ طبعیہ کو توڑتا رہتا ہے۔ بتاؤ یہ الفاظ بھی آپ نے سنے تھے مجھ سے

لے جام و مینا عطا ہو رہے ہیں

قلبِ شکستہ کی لذتِ بے مثل

تو کیا اس کے شکستہ قلب پر اس کی آرزو کی شکست و ریخت اور ٹوٹے ہوئے دل پر خدائے تعالیٰ کو رحم نہ آئے گا کہ میری وجہ سے یہ بندہ کتنا غم اٹھا رہا ہے، کتنے زخمِ حسرت کھا رہا ہے، ہر وقت نظر کو بچا بچا کر دل کو پاش پاش کر رہا ہے تو کیا خدا رحم الراحمین نہیں ہے؟ ایسے عاشقوں کے دل پر اس کو رحم نہ آئے گا؟ وہ خالق لذاتِ کائنات اور خالقِ نمکیات

لیلائے کائنات اس کو اتنا مزہ دے گا کہ سارے عالم کی لیلاؤں کا حسن ماند پڑ جائے گا اور دنیا میں اس کے لطف کی مثال نہ ہوگی اور اللہ کی رضا اور اللہ کے نام پر فدا ہونے کی برکت سے اس عاشق کا لطف غیر محدود ہوگا، غیر فانی ہوگا، بے مثل ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ بے مثل ہے، غیر فانی ہے، غیر محدود ہے اس لیے جو ان پر فدا ہوتا ہے اس کو وہ بے مثل غیر فانی اور غیر محدود مزہ عطا فرماتے ہیں۔

کاش یہ بات میری اور آپ کی سمجھ میں آجائے اگر یہ بات سمجھ میں آجائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ اللہ پر فدا ہونے کو اپنی کامیابی کا راز سمجھیں گے اور اولیائے صدیقین کی خط انتہا تک پہنچنے کی منزل اس کی ابتدا ہی سے محسوس کریں گے جس دن سے آپ اپنی خواہشوں کو توڑنے کی مشق کریں گے اسی دن سے آپ کو دنیائے صدیقین کی خوشبودار ڈش (DISH) محسوس ہونے لگے گی اور اللہ تعالیٰ آپ کے قلب کو اپنے بے شمار جلووں سے اور رحمتوں سے اور وارداتوں سے پیار کرے گا جس کے سامنے آپ کو ہفت اقلیم کی سلطنت لٹتی ہوئی، نیلام ہوتی ہوئی نظر آئے گی اور سورج و چاند کی روشنی میں خورشید تک محسوس ہوگی اور ساری کائنات اور کائنات کی تمام رنگینیاں آپ کو بے قدر معلوم ہوں گی اور آپ یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہار چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیراہن

سے دنیا وجود میں آئی یہ دنیا کی رنگینیاں اللہ تعالیٰ کے جمال کو نہیں چھپا سکتیں جب کہ ہر پھول خود ان کا نشان اور ان کا پتہ دے رہا ہے۔ لہٰذا ان کے جمالِ غیر محدود اور صفاتِ عالی و بے مثل کو الفاظ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

ہر چہ گویم عشق را شرح و بیاں
چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں

جب حب میں اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت کی لذتِ غیر محدود لذتِ قربِ غیر فانی اور لذتِ قربِ بے مثل کو اور اللہ کے عشق و محبت کی داستاں کو مست ہو کر بیان کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ آج کا بیان نہایت عالی شان ہے مگر جب دوبارہ مجھ پر عشق طاری ہوتا ہے اور حق تعالیٰ اپنی محبت کی نئی کیفیت طاری کرتے ہیں اور آسمان سے دوبارہ اپنے دردِ محبت کی نئی ڈش اتارتے ہیں تو میں پچھلے مضمون سے اور پچھلے طرزِ بیان سے شرمسار ہوتا ہوں کہ یا اللہ جو پہلا بیان تھا اس میں مجھ سے آپ کی محبت کا حق ادا نہیں ہوا اور آپ کے کرم سے آج کا بیان اگرچہ پہلے بیان سے اعلیٰ ہے لیکن حق آج کے بیان میں بھی ادا نہیں ہوا اور جو کہہ دے کہ مجھ سے حق ادا ہو گیا وہ نادان ہے کیونکہ ان کی ہر وقت ایک نئی شان ہے اور ان کی ہر شان غیر محدود ہے، بے مثل ہے، غیر فانی ہے اور ہم محدود ہیں۔ اس لیے ہمارے محدود پیمانے ہماری

صفت محدودیت کے مطابق ہماری تاب، صبر اور صفتِ تحمل کے لحاظ سے،
ہمارے تحمل کے بقدر حق تعالیٰ اپنی شانِ غیر محدود کی تجلی کا ظہور
فرماتے ہیں جس سے کچھ کچھ خوشبو بے مثلیت، غیر محدودیت اور
غیر فانیت کی اور شرابِ ازلی ابدی کی اپنے عاشقوں کو سنگھا دیتے ہیں
جس سے ان کے عاشقوں کی بھی ہر وقت ایک نئی شان معلوم ہوتی ہے
اور شرابِ ازلی ابدی یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کے مزہ کے مقابلہ میں دنیا
کی شراب غیر ازلی اور غیر ابدی ان کی نگاہوں میں بالکل حقیر ہو جاتی ہے
اور وہ اپنے پھٹے پرانے لباس میں اور چٹنی روٹی میں اور اپنے بوریے
پر سلطنت کا مزہ پاتے ہیں۔ اب شعر سنیے خواجہ صاحب کا۔

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

اور میرا شعر ہے۔

یادِ خدا کا ہر نفس کون و مکاں سے کم نہیں
اہلِ وفا کا بوریہ تختِ شہاں سے کم نہیں

اہلِ وفا کا بوریہ بادشاہوں کے تختِ سلطنت سے کیوں افضل ہے؟
کیونکہ اس بوریہ پر بادشاہوں کو تخت و تاج کی بھیک دینے والے کا نام لیا جاتا ہے۔

قافلۂ جنت اور اس کی علامات

اور اہل وفا کون ہیں؟ قافلۂ جنت والے ہیں جو اس آیت میں مذکور ہیں جس کی آج میں نے تلاوت کی ہے کہ اگر کسی کو دیکھنا ہو کہ جنت کا قافلہ کون سا جارہا ہے اور اہل جنت کون لوگ ہیں تو اس کی دو علامتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیں نمبر۱ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جو شخص اللہ سے ڈرے کہ ایک دن مجھے حساب دینا ہے اور اللہ کے خوف کی کیا دلیل ہے کیا علامت ہے کہ اس کے دل میں اللہ کا خوف ہے وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى وہ اپنے نفس کو بری خواہش سے روکتا ہے اور یہ دوسری علامت ہے اہل جنت کی۔ جس کو دیکھو کہ وہ اپنے نفس کو بری عادتوں سے اور برے اعمال اور برے افعال سے روک رہا ہے تو سمجھ لو کہ اس کے دل میں اللہ کا خوف ہے اور یہی قافلۂ جنت کے لوگ ہیں، یہی اہل وفا ہیں کہ جو اللہ کو راضی کرنے کے لیے اپنی آرزوؤں کا خون کرلیتے ہیں، اپنے دل کو توڑ دیتے ہیں لیکن اللہ کے قانون کو نہیں توڑتے اور اپنے نفس کو بری خواہش سے کیوں روک دیتے ہیں؟ کسی وجہ کے ڈر سے نہیں، یہاں تک کہ اپنے ماں باپ کے ڈر کے مارے بھی نہیں، یہاں تک کہ اپنے مرشد کے ڈر کے مارے بھی نہیں یا اگر مرشد ہے تو مریدوں کے خوف سے نہیں، یا امام ہے تو مقتدیوں کے خوف سے نہیں کہ مقتدی بھاگ جائیں، اگر گڑبڑ اور نامناسب کام

کروں گا تو ملامت چلی جائے گی تو پھر نفس کو کیوں روکتا ہے؟ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ اپنے رب کے خوف سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتادیا کہ جو اپنے نفس کو روکے گا صرف میرے خوف سے وہ اہلِ جنت کا قافلہ ہے فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى اس کا ٹھکانہ جنت ہے چاہے کوئی ہو یا نہ ہو بالکل تنہائی ہو اور گناہ خود اس سے لپٹنے کی تمنا کر رہا ہو لیکن یہ پناہ مانگے گا کہ

الٰہی پیارے دیکھے نہ یہ گناہ مجھے

تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ ہماری تنہائی بھی اللہ والی ہونی چاہیے، خلوت ہو یا جلوت ہو ہر جگہ مالک کی دوستی تازہ تر اور گرم تر رہے، کبھی بھی اس میں پھیکا پن اور ٹھنڈا پن نہ آئے تو یہ دونوں آیتیں مل کر قافلۂ جنت کی آج ڈیفنیشن پیش کر رہا ہوں۔ کیسے معلوم ہو کہ یہ جنت کا قافلہ ہے؟ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے خلوتوں میں اور جلوتوں میں، تنہائی میں اور مجمع میں قلباً و قالباً و عیناً اللہ کے ساتھ رہے یعنی اپنی نظر اور دل اور جسم کی ہر طرح سے ہر وقت گناہ سے حفاظت کرتا ہے اور ہر وقت اپنے اللہ پر نظر رکھتا ہے بس سالک اور اصلی عاشق وہی ہے جس کی ہر سانس اللہ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی اللہ کو ناراض نہ کرے۔ گناہوں کے لاکھ تقاضے ہوں لیکن وہ اللہ سے کہتا ہے کہ اے خدا میرا دل تو چاہتا ہے کہ اس عورت کو یا اس لڑکے کو دیکھ لوں یا یہ گناہ کر لوں مگر میں آپ کی نظر

پر نظر رکھ رہا ہوں کہ آپ کی نظر کا کیا فیصلہ ہے۔ کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیتے ہیں؟ دل میں آواز آجائے گی آپ کا اس خود کہے گا کہ اے میرے عاشق نظر میری نظر کا فیصلہ یہی ہے کہ تو اپنی نظر کو یہاں سے ہٹا لے۔

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

تو اللہ تعالیٰ کو کیسا اس پر پیار آئے گا کہ میرا ایک بندہ ایسا بھی ہے کہ آنکھوں میں روشنی ہے، اندھا نہیں ہے مگر اپنی روشنی اور بینائی کو کس طریقے سے استعمال کر رہا ہے۔ کبھی اندھا بن رہا ہے کبھی بینا بن رہا ہے، جہاں دیکھتا ہے کہ میں خوش ہوں وہاں بینا بن جاتا ہے، جہاں دیکھتا ہے کہ میری خوشی نہیں وہاں نابینا بن جاتا ہے تو اس نے اپنی روشنی کو مجھ پر فدا کر دیا خلوت ہو یا جلوت یہ جانتا ہے کہ میرا رب تو ہر جگہ ہے، وہ تنہائی میں بھی ہے اور مجمع میں بھی ہے اس لیے اس کا خاف مقام ربہ اس کا خوف دائمی ہوگا اور اسی خوف کی وجہ سے یہ خلوت میں اور جلوت میں ونھی النفس عن الھویٰ رہے گا اپنے نفس کو بری خواہشوں سے روکتا رہے گا چاہے گناہ کا لاکھ تقاضا ہو۔

یہاں ایک مسئلہ سمجھ لیجئے کہ تقاضائے معصیت آپ کے لیے کچھ مضر نہیں جب تک آپ ان پر عمل نہ کریں کیونکہ اگر

ھــوی یعنی خواہش اور تقاضائے گناہ نہ ہو تو روکیں گے کیا؟ اگر آپ مجھے منع کریں کہ آپ اس وقت چشمہ نہ لگایئے تو آپ کا یہ کلام صحیح ہوگا کیونکہ میں نے چشمہ لگایا ہوا ہے۔ جب چشمہ لگا ہے تب ہی تو آپ کہیں گے کہ نہ لگایئے۔ معلوم ہو کہ ہر نہی اپنے منھی عنہ کے ثبوت کو چاہتی ہے، ہر منع کرنا اس ممنوع چیز کا وجود چاہتا ہے اور اگر آنکھوں پر چشمہ نہیں لگایا ہوا ہے پھر آپ کہیں کہ چشمہ اتار دیجیے تو یہ جملہ غلط ہو جائے گا یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى** یعنی جو اپنے نفس کی بری خواہشوں کو روکتے ہیں، معلوم ہوا کہ بری خواہش کا وجود ضروری ہے کیونکہ بری خواہش سے اللہ تعالیٰ منع فرما رہے ہیں، لہٰذا ممنوع چیز کا وجود ضروری ہو۔ معلوم ہوا کہ بری خواہش تو ہوگی بس ہمیں اس کو روکنا ہے، اس پر عمل نہیں کرنا ہے۔ اس لیے میرے پیارے دوستو! بری خواہش سے گھبرایا نہ کرو ایک کروڑ تقاضے برائی کے آئیں تو آنے دو بس ان پر عمل نہ کرو اور جتنی بری خواہشوں کی بھرمار ہوگی روکنے میں اتنا ہی زیادہ مجاہدہ ہوگا اور جتنا زیادہ مجاہدہ ہوگا اتنے ہی انوار زیادہ ہوں گے۔ شدید خواہش کے سیلاب کو روکنے میں زیادہ جھٹکا لگے گا جیسے تیز پانی کو جھٹکا دے کر بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمیں مجاہدہ کا جھٹکا دے کر تجلی دینا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج کا مضمون بالکل نیا ہے۔ میری

طاقت نہیں ہے کتاب دیکھنے کی بس اللہ تعالیٰ سے مانگ کے بیٹھتا ہوں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ ہی مدد کر دیجئے، ہر جمعہ، ہر جمعہ کو نیا مضمون کہاں سے، لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ ہر جمعہ اور پیر کو مضمون بدل جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔

آج قافلہ جنت کی میں نشاندہی کر رہا ہوں کہ جنت کے قافلے کون ہیں۔ نمبر۱ جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو، مگر خوف کتنا ہو ونہی النفس عن الہوی بس اتنا خوف ہو جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روک دے۔ یہی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے

﴿اللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ﴾

اے خدا اپنی خشیت، اپنا خوف ہم کو اتنا دے دیجئے جو ہمارے اور آپ کی نافرمانی کے درمیان میں دیوار بن جائے، رکاوٹ بن جائے، حائل ہو جائے بس اتنا خوف مطلوب ہے اس سے زیادہ خوف مطلوب نہیں کہ ہر وقت کانپتے رہیں کہ نہ دکان جائیں نہ دفتر جائیں، بیوی بچوں کو بھول جائیں اور بیمار پڑ جائیں۔

خوف اور خشیت کا فرق

میں نے وعدہ کیا تھا کہ خوف اور خشیت کا فرق بتاؤں گا کیونکہ قرآن پاک میں دونوں لفظ آئے ہیں۔ بتاؤ میں کہاں چلا گیا تھا، یہ کون مجھ کو دوڑا رہا ہے۔ یہ وہ ذات ہے جو نظر سے پوشیدہ ہے مگر اس سرکار کا

عالم غیب سے تصرف جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر مجھے اس مقام پر واپس لے آئے۔ کسی سے یاد بھی نہیں رہا کہ خوف میں اور خشیت میں کیا فرق ہے حالانکہ دونوں کا ترجمہ ڈر کیا جاتا ہے، خوف معنی بھی ڈر خشیت معنی بھی ڈر جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰؤُا ﴾

اللہ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علماء ہیں لہٰذا جو عالم اللہ سے نہ ڈرے وہ اس آیت کی رو سے عالم نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ علم کے لیے خشیت لازم ہے جس طرح آگ کے لیے حرارت لازم ہے اگر کسی آگ میں ٹھنڈک کا اثر آجائے تو وہ آگ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میرے بندوں میں سے جو علماء ہیں وہی مجھ سے ڈرتے ہیں لہٰذا اگر تم عالم ہو تو کیوں نہیں ڈرتے؟ یہی دلیل ہے کہ تم عالم نہیں ہو اور کہیں اللہ تعالیٰ نے خشیت کے بجائے خوف کا لفظ استعمال فرمایا ہے مثلاً يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوْبُ وَالْأَبْصَارُ اور جیسے اس آیت میں فرمایا وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ تو خوف اور خشیت کا فرق علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ خوف اور خشیت کا عام مفہوم تو ڈر ہی ہے مگر خوف کہتے ہیں اس ڈر کو جس میں عظمت ضروری نہیں ہے، بلا عظمت کے بھی خوف ہوتا ہے جیسے تھانیدار کا ڈر، پولیس کا ڈر، عظمت نہیں ہوتی مگر ڈر ہے۔ اب ایک اور مثال سنیے جو اس سے زیادہ قریب الفہم اور آسان تر ہے کہ سانپ نکلا تو اس کا ڈر ہوتا ہے مگر کیا دل میں اس کی

عظمت ہوتی ہے؟ اگر عظمت ہوتی تو جوتے سے پٹائی کیوں کرتے، بے ہودہ ڈنڈے کیوں لگا رہے ہو۔ معلوم ہوا کہ خوف کا استعمال عظمت پر بھی ہوتا ہے اور بغیر عظمت پر بھی ہوتا ہے۔ مگر خشیت کا استعمال صرف وہیں ہوگا جہاں خوف کے ساتھ عظمت لازم ہو۔ اس لیے یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجھے سانپ سے خشیت ہے، پولیس والوں سے خشیت ہے، بھیڑیے یا پاگل کتے سے خشیت ہو رہی ہے، عربی لغت کے اعتبار سے یہاں لفظ خوف کا استعمال جائز ہے، خشیت کا جائز نہیں۔ خشیت کا استعمال خاص ہے جہاں خوف کے ساتھ عظمت شامل ہو تو اللہ تعالیٰ نے کہیں خشیت اور کہیں مطلق خوف استعمال فرمایا اور قرآن پاک کی تفسیر کا اصول ہے کہ جب ایک جگہ معنیٰ مقید ہو جاتے ہیں تو ہر جگہ مقید ہوں گے لہٰذا جہاں جہاں لفظ خوف مطلق آیا ہے وہ خشیت کے معنیٰ سے مقید ہوگا اس لیے خوف کا ترجمہ خشیت ہی ہوگا کیونکہ اللہ کے خوف کے ساتھ عظمتِ الٰہیہ ضروری ہے جب کہ مخلوق سے خوف کے لیے عظمت کا ہونا ضروری نہیں۔ یہ فرق ہے خشیت اور خوف کا۔

تو وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ کا مطلب ہے کہ جو اپنے رب کی عظمت کی وجہ سے، اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے کہ اللہ کو منہ دکھانا ہے اور اس کو حساب دینا ہے اور اللہ مجھ کو آسمان سے دیکھ رہا ہے کہ میری نظر کہاں جا رہی ہے اور میری نظر پر ان کی نظر جمی ہوئی ہے۔

میری نظر پہ ان کی نظر پاسباں رہی
افسوس اس احساس سے کیوں بے خبر تھے ہم

اللہ کا خوف ہو اور خدا کے خوف سے خلوت میں، جلوت میں تنہائی میں مجمع میں ہر جگہ ہم اللہ کو ناراض کرنے سے ڈر رہے ہوں۔ شیطان کہے گا کہ یہاں تو کوئی نہیں ہے تو شیطان سے کہو کہ اللہ تو ہے وَهُوَ مَعَكُمْ وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے اور جب وہ ساتھ ہے تو وہ نابینا نہیں ہے جو دوسروں کو آنکھیں عطا فرماتا ہے وہ بھلا خود نابینا ہوگا! تو جب وہ ساتھ ہے اور دیکھ رہا ہے تو اللہ کے خوف سے اللہ کی ناپسندیدہ خواہشات کو توڑنا اسی کا نام سلوک ہے، اسی کا نام بندگی ہے، اسی کا نام عشق الٰہی ہے، اسی کا نام تصوف ہے، اسی کا نام احسان ہے، اسی کا نام ایمان ہے اور اسی کا نام اسلام ہے۔

گناہوں سے بچنے کا آسان راستہ

اگر گناہ کے تقاضوں کو توڑنے کا حوصلہ نہیں ہے تو اللہ والوں سے جڑو۔ دیسی آم میں لنگڑے آم کی قلم اور پیوند لگادو تو دیسی آم لنگڑا آم بن جاتا ہے۔ اپنے دیسی دل میں اللہ والوں کے لنگڑے دل کی قلم لگالو تو آپ کا دیسی دل اللہ والا دل بن جائے گا۔ جب تربیت ہوگی تو اس اللہ والے کا ایمان، اس کا احسان اس کا اسلام آپ میں منتقل ہوجائے گا، دل میں ایمان و یقین کی گرمیاں آجائیں گی تشکیک رجائیت سے تبدیل ہوجائے گی، یہ اللہ والوں کی صحبت ایسا قوی معجون ہے کہ دنیا میں کسی دواخانے سے نہیں پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کہ میرے عاشقوں میں رہو تو تمہارا ذوقِ فاسقی ذوقِ عاشقی سے تبدیل

ہو جائے گا اور تمہاری قسمت بدل جائے گی، تم قافلۂ جنت والوں میں شامل ہو جاؤ گے اور اس کے لیے بتادیا کہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو اور جب یہاں آپ گلشن اقبال میں آئیے تو دو نیت کر لیجیے کہ دین کی باتیں بھی سنیں گے اور ہمیں ایک اللہ والوں کے غلام کی صحبت بھی مل جائے گی اور کتنے اللہ والے یہاں آتے ہیں ان کی صحبت بھی نصیب ہو جائے گی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ایک چراغ کے بجائے اگر بیس چراغ جل رہے ہوں تو کیا روشنی بڑھ نہ جائے گی اگرچہ نور ضعیف سہی مثلاً چالیس چالیس پاور کے دس بلب جل رہے ہوں تو چار سو پاور کی روشنی نہ ہو جائے گی؟ تو یہ نہ سوچیے کہ یہ معمولی لوگ ہیں، مجھ کو خود ان کی صحبت سے فائدہ ہوتا ہے۔ علامہ آلوسی نے فرمایا کہ کعبہ پر اللہ کی تجلیات کی بارش ہو رہی ہے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاص کا نور بھی شامل ہے۔ لیکن مولانا نے ایک بات اور بیان کی جو آپ کہیں نہ سنیں گے کہ کعبہ کے اندر جتنے اولیاء اللہ بیٹھے ہیں کعبۃ اللہ کے نور کے ساتھ ان کا نور بھی فضا کو جگمگ کر رہا ہے۔ اس لیے کعبہ میں قدم رکھتے ہی ایمان بڑھ جاتا ہے۔ تو اتنے بندے جو اللہ کے لیے یہاں آتے ہیں کیا ان کا نور اثر انداز نہ ہوگا؟ اللہ والوں کا خود ایک نور ہوتا ہے اور ان ہی کی برکت سے مجھے مضامین کی آمد ہوتی ہے۔ جیسے مہمان ہوتے ہیں ویسی ہی ڈش آتی ہے یا نہیں؟ آپ کے دسترخوان پر جیسی عظیم شخصیتیں ہوں گی ویسی ہی عظیم ڈش آپ کی ہوگی۔ اگر آپ کے یہاں بادشاہ

مہمان ہو جائے تو کیا اسے معمولی کھانا کھلاؤ گے یا اس کی حیثیت کے مطابق کھانے کا اہتمام کرو گے؟ یہ اللہ تعالیٰ کا دسترخوان ہے جس درجے کے لوگ آتے ہیں اور جس کے دل میں اللہ کی جیسی تڑپ اور پیاس ہوتی ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ جس درجہ کا ولی بنانا چاہتا ہے ہر ایک کی قسمت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ غذائے روحانی کی ڈش بھیجتا ہے۔ اور جو میں گذارش کر رہا ہوں اس پر اگر عمل کر لیا جائے تو اولیائے صدیقین کی خط انتہا تک پہنچ کر ان شاء اللہ، اللہ کے پاس جانا ہوگا۔ ذرا سی محنت ہے اللہ کا راستہ بہت آسان راستہ ہے۔ جتنی محنت جتنی پریشانی گناہوں کے کرنے میں ہے اتنا ہی آرام گناہوں سے بچنے میں ہے کیونکہ گناہ ایک کام ہے اور بتائیے کام کرنا آسان ہے یا کام نہ کرنا؟ ظاہر ہے کہ کام نہ کرنا آسان ہے۔ بس کام نہ کیجیے اور آرام سے رہیے یعنی گناہ نہ کیجیے اور سکون سے رہیے۔ جن لوگوں نے گناہ چھوڑ دیا انہوں نے بتایا کہ پہلے ہم آگ میں جل رہے تھے اور جب سے گناہ چھوڑ دیئے ایسا لگتا ہے کہ جیسے دوزخ سے جنت میں آگئے، گرم چلچلاتی دھوپ سے ٹھنڈک میں ہماری روح آگئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر گناہ کا تعلق اللہ کے غضب سے ہے اور اللہ کے غضب میں ٹھنڈک نہیں ہے۔ دوزخ بھی اللہ کے غضب کا مظہر ہے، غضب الٰہی کے ظہور کی جگہ ہے تو اللہ تعالیٰ ہم سب کو مظہر تجلیاتِ رحمت، مظہر تجلیاتِ کرم، مظہر تجلیاتِ قرب اور مظہر انوارِ اولیائے صدیقین بنادے۔

☆ آمین ☆

اب قربانی کا زمانہ آرہا ہے۔ اس لیے ایک بات عرض کرتا ہوں کہ چاروں اماموں میں سے کسی امام کے نزدیک گناہ جائز نہیں ہے اور جس طرح جانور کی قربانی واجب ہے کیا گناہوں کے تقاضوں کی قربانی واجب نہیں ہے؟ جانور کی قربانی سے واجب ادا ہوجائے گا اور بہت ثواب ملے گا لیکن گناہوں کے تقاضوں کی قربانی سے آپ ولی اللہ ہوجائیں گے اور جانور کی قربانی نہ کرنے سے سزا ملے گی، اللہ تعالیٰ ناراض ہوجائیں گے اور گناہوں کی قربانی کرنے سے آپ ولی اللہ ہوجائیں گے تو جانور کی قربانی کرکے سزا سے بچنا بھی ضروری ہے اور گناہوں کے تقاضوں کی قربانی کرکے ولی اللہ بننا بھی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ دونوں جہان عطا فرمادے دنیا بھی دے آخرت بھی دے اور ہم سب کو، ہماری ذریات کو، ہماری اولاد کو، ہمارے احبابِ عالم کو، حاضرین کو، حاضرات کو، سامعین کو، سامعات کو، غائبین کو، غائبات کو، کسی کو بھی محروم نہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ دونوں جہان کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

☆☆☆☆☆